فضیلۃ الدکتور عبدالعزیز شبلی
ترجمہ مولانا سیف الرحمٰن الفلاح

اِسلام میں سُنّتِ نبوی کا مقام

انکار حدیث کا فتنہ مدّت سے چلا آرہا ہے۔ اگرچہ سنّتِ نبوی کے پاسبانوں نے ہر زمانہ میں اس کی سرکوبی کی ہے۔ تاہم اس فتنے کا کلیۃً قلع قمع اور استیصال نہیں ہوا۔ بلکہ کوئی نہ کوئی نیا روپ دھار کر نئے سرے نمودار ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ آجکل یہ ایک نئی صورت میں نمودار ہوا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے اور ہماری طرح جذبات، احساسات اور خیالات رکھتے تھے۔ اور انسان جب غصّے اور ناراضگی کی حالت میں ہوتا ہے تو بسا اوقات دل و دماغ اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور اس سے ایسی باتیں سرزد ہوتی ہیں جو عقل و دانش کے منافی ہوتی ہیں۔ بدیں وجہ وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل قابلِ اتباع نہیں بلکہ جس کے متعلق آپ فرمائیں کہ یہ شریعت کا حکم ہے اسے شرعی حکم تصوّر کریں اور ایسے حکم میں ہم نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے پابند ہیں۔ اس کے برعکس جس قول و فعل کے متعلق آپ وضاحت نہ فرمائیں وہ آپ کا ذاتی فعل متصوّر ہوگا۔ جس میں آپ کی اتباع کے ہم مامور نہیں۔ کیونکہ عین ممکن ہے کہ تقاضائے بشریت آپ نے جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی بات فرمائی ہو۔ یا ویسے عادتاً آپ نے کوئی کام کیا ہو۔

مضمون ہذا ان لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال و اقوال کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں یعنی کسی کو ذاتی فعل اور کسی کو شرعی تصوّر کرتے ہیں۔ درحقیقت ایسے لوگ منکرین حدیث کے چیلے اور سنتِ نبوی کے دشمن ہیں۔ عاشقانِ سنّت آپ کے ہر قول و فعل کی اتباع

کو لازم تصور کرتے ہیں۔ ہاں ایسا فعل جس کے نہ کرنے کی آپ نے رخصت عنایت فرمائی ہو۔ اس کے ترک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (سیف الرحمن بی۔ اے)

اسلامی شریعت میں سنت کا مقام قرآن کریم کے بعد مصدر ثانی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی حیثیت ثانوی ہی بہتر ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کلام الٰہی ہے اور انسان اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز ہے۔ جیسا کہ خود اس کتاب مقدس نے عام چیلنج کیا۔ یہ قوت کے لحاظ سے سنت سے مقدم ہے۔ لیکن احکام کی تفصیلات اور کیفیت کی وضاحت کرنا سنت کا کام۔ گویا کہ قرآن پاک اساسی قوانین کی نشان دہی کرتا ہے اور سنت اس کی تفسیر اور تفصیل بیان کرتی ہے۔ جہاں قرآن کریم نے ایک مسئلہ کا اجمالی خاکہ پیش کیا ہے۔ وہاں حدیث نے اس کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے۔ نیز شریعت کے دیگر امور کی وضاحت کرتی ہے کہ فلاں کام اس طریقے سے سرانجام دیا جائے۔ مثلاً قرآن پاک میں ذکر ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (البقرہ ع ۵) یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ مگر نماز ادا کرنے کی کیفیت اور نہ زکوٰۃ کی مقدار کی وضاحت نہیں کی۔ اس کی وضاحت سنت سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "خذوا عنی مناسککم" یعنی حج کے طریقے مجھ سے سیکھو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کی کیفیت کی تعلیم فرمائی اور ہر نماز میں مطلوبہ رکعات کی تعداد فرمائی۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے میں مقدار مطلوب نکالنے کی تشریح کی۔ اور اس کی اقسام سونے، چاندی، کھیتی اور حیوانات سے الگ الگ نصاب کی تفصیل بیان کی۔ جیسے قرآن پاک میں ذکر ہے "واٰتوا حقہ یوم حصادہ (انعام) اس سے یہ بات تو واضح ہوتی ہے کہ زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ ہے۔ لیکن اس کی مقدار اور نصاب کا مقصد حل نہیں ہوتا۔ قرآن کریم کے حکم زکوٰۃ سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ حیوانات میں سے کس کس حیوان پر زکوٰۃ کے وجوب کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس کا نصاب کیا ہے؟ ان تمام امور کی وضاحت اور تفصیل سنت مطہرہ کے سوا کہیں نہیں ملتی۔ اس لحاظ سے کلام الٰہی میں جو کچھ مذکور ہوا ہے سنت اس سے کئی گنا زیادہ بیان کرتی ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ ایک بنیادی نص ہے اور سنت اس کی تفسیر اور تشریح کرتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

" الا إنی اوتیت القرآن ومثلہ خبردار! مجھے قرآن کریم جیسی ایک اور

معه [1] چیز (حدیث) دی گئی ہے۔

اس سلسلہ میں قرآنِ کریم میں دو نص موجود ہیں۔ جن کو ہمیشہ ہمیں ذہن میں رکھنا چاہیئے پہلی نص یہ ہے۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ (النجم)	یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام نفسانی خواہشات پر کبھی مبنی نہیں ہوتی بلکہ وہ تو وحی الٰہی ہوتی ہے۔

یہ اس امر پہ دلالت کرتی ہے کہ شریعت کے وہ امور جن کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں وہ اللہ کی طرف وحی ہوتی ہے اور شریعت الٰہی ہے۔

دوسری نص میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازم ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھو (الحشر)	جس بات کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں اس پر عمل کرو اور جن امور سے منع فرمائیں ان سے باز آجاؤ۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت مطہرہ میں اپنی خواہشات کے مطابق کوئی حکم صادر نہیں فرمایا۔ اور جو کچھ آپ نے بیان فرمایا، وہ تمام شریعت الٰہی ہے۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی ہم پر یقیناً واجب ہے۔

قرآنِ کریم کے قطعی الصحت ہونے میں شک و شبہ کی ہرگز گنجائش نہیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف روایات مذکور ہیں جو شک و شبہ سے بالاتر ہیں اگرچہ قرآنِ پاک کی قرأت میں اختلاف ہے۔ تاہم اس کے احکام میں کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں۔ بدیں وجہ قرآنِ کریم حجت ہے اور قطعی الثبوت ہے۔

اب رہا حدیث نبوی کا معاملہ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں اسے مدون نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی آپ کی رحلت کے بعد متصل اس کام کا آغاز ہوا۔ بلکہ یہ کام

---

[1] یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو ابو داؤد نے نقل کی ہے (بحوالہ مشکوٰۃ صـ۲۹)۔

دوسری صدی ہجری کے آغاز میں شروع کیا گیا اور تیسری صدی میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے محدثین نے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اس زمانہ میں ان احادیث پر اس قدر بحث و تمحیص ہوئی کہ اب وضعی اور بناوٹی حدیث کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی اس علم کا پرچم امام احمد بن حنبل جیسے اصحابِ مسانید نے اٹھایا۔ اور ہر صحابی کی احادیث کو یکجا جمع کر دیا اور اپنی مسانید کو فقہی ابواب پر مرتب نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی غرض و غایت صحت حدیث کی طرف توجہ مبذول کرانا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں نے صحیح احادیث اور موضوع احادیث الگ الگ چھانٹنے میں نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا۔ چنانچہ انہوں نے حدیث کی جانچ پڑتال کے سلسلہ میں ایک اور علم کی بنیاد رکھی جس کا نام مصطلح الحدیث رکھا گیا۔ اس علم نے احادیث کے درجے متعین کرائے اور بتایا کہ یہ حدیث قوی ہے اور یہ ضعیف ہے۔ یہ صحیح ہے اور یہ موضوع۔ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور اس کے غیر ثقہ۔ اس علم نے ہمیں موضوع حدیثوں سے بے فکر کر دیا۔

محدثین اصولِ حدیث کو مدِّنظر رکھتے ہوئے سب سے پہلے متواتر حدیث کو قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ متواتر حدیث شرعی حکم میں قرآن کریم کے مانند تصوّر کی جاتی ہے۔ ہاں البتہ قرآنِ کریم کلامِ الٰہی ہونے میں ممتاز ہے اور اس کی بلاغت کے سامنے انسان عاجز ہے۔ اس کے برعکس حدیث بشری کلام ہے تاہم جو کچھ حدیث میں مذکور ہے وہ شرعی قانون ہے جو اللہ کی طرف سے نافذ ہے۔ الغرض مصادر میں فرق ہونے کی وجہ سے احکام میں فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ جو کچھ دونوں میں مذکور ہے اس کے مجموعے کا نام شریعت ہے۔

قرآنِ پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا ہے۔

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم (النحل)	ہم نے قرآن پاک آپ پر اس لیے نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت فرمائیں۔

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منجانب اللہ یہ ڈیوٹی تھی کہ لوگوں کے سامنے قرآنِ پاک کے احکام کی وضاحت اور تشریح فرمائیں۔ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لازماً سرانجام دینا تھا۔ کیونکہ اگر آپ اس کام میں کوتاہی کرتے تو آپ کی مبلغانہ حیثیت مجروح ہوتی تھی۔ یہ وضاحت اور تشریح قولی اور

عملی دونوں طریقوں سے تھی۔ چنانچہ سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم فرماتے ہیں۔ صلوا کما رایتمونی اصلی (بخاری)، جیسے مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو۔ ویسے تم نماز پڑھو۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔

ما ترکت شیأً مما امرکم اللّٰہ بہ الا وقد امرتکم بہ ولا ترکت شیأً مما نھاکم عنہ الا وقد نھیتکم عنہ	وہ تمام امور جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ میں نے بھی تم کو انہیں کا حکم دیا ہے اور وہ تمام امور جن سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے۔ میں نے بھی ان سے روکا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مرجع شریعت میں شامل ہے اور اس کا بیان شریعت کی وضاحت کنندہ ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (المائدہ) یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہم پر لازم ہے۔ وہ جس طرف ہمیں لے جائیں۔ ہم کو ادھر جانا چاہیئے۔ اگر شریعت کے کسی کام کو فرض قرار دیں تو ہم فرض تصوّر کریں۔ اگر مستحب کا درجہ دیں تو بھی اسے استحباب کے درجہ میں ہی رکھیں گے۔ اگر ان امور میں ہم نے افراط و تفریط سے کام لیا، یعنی جس کام کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض قرار دیا ہم اسے مستحب تصوّر کریں یا جسے آپ نے استحباب پر محمول کیا ہم اسے فرض کا درجہ دیں تو ایسی صورت میں ہم اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب تصوّر ہوں گے۔

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص فوت ہو گیا اس کی دادی خلیفہ اوّلؓ کے پاس آئی اور متوفی کی جائیداد سے اپنی وراثت کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی کتاب میں تیرے حصّے کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں البتہ میں لوگوں سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس مسئلہ کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت محمد بن مسارہؓ نے گواہی دی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوتا کی جائیداد سے دادی کو چھٹا حصّہ دیا۔ بہ سن کر خلیفۂ رسول نے اسے جائیداد میں سے اس کا حصّہ دیا۔

اسی طرح ہم صحابہ کرام کو خلفاء اور قاضیوں کی حیثیت سے رکھتے ہیں کہ وہ سنت رسول کے متعلق بحث کیا کرتے تھے۔ تاکہ اس پر عمل کریں اور اس کی راہنمائی میں کام کریں۔ اس ساری تگ ودو کا مقصد وحید یہ تھا کہ اِن قرآنی آیات پر عمل ہو جن میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اور اتباع کو لازم قرار دیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی احسن طریقے سے پیروی کی جائے۔

اس سے بھی زیادہ واضح امر یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقہا اور اہلِ علم کی حدیث کو نظر انداز کر کے صرف قرآن کریم پر عمل کرنے سے ڈرایا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لاالفین احدکم متکئا علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نہیت عنہ فیقول لا ادری ماوجدناہ فی کتاب اللہ اتبعناہ (ابوداؤد)	میں تمہیں کسی کو ایسی حالت میں ہرگز نہ پاؤں کہ وہ چارپائی پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا ہو اور اُسے میرا حکم پہنچے جس میں میں نے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا ہو یا منع کیا ہو تو وہ کہنے لگے میں اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ ہم تو صرف کتاب اللہ کی پیروی کریں گے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سنت لے کر اس طرح تشریف لائے جس طرح قرآنی آیات لے کر تشریف لاتے تھے۔ اور اس کی تعلیم اس طرح دیتے تھے جس طرح قرآنِ کریم کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر کو فرمایا۔ تم جو کچھ سنتے ہو لکھ لیا کرو۔ پھر وہ ڈرے۔ مبادا ناراضگی یا خفگی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کچھ ایسی بات نکلے جو غیر ضروری ہو۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس خدشے کا اظہار کیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب ارشاد فرمایا کہ تم میری ہر بات نوٹ کرتے رہو۔ مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میری جان ہے۔ میری زبان سے سوائے حق کے اور کوئی بات نہیں نکلتی۔

اب قرآنِ پاک کے امور اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اعمال

پر غور کیجیے۔ یہ تمام اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ شریعت میں سنت کا مرتبہ نہایت بلند و بالا ہے۔ جو لوگ سنتِ نبوی کا مرتبہ گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت میں اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تو درحقیقت ایسے لوگ اسلام کو نیست و نابود کرنے کے خواہاں ہیں۔ ان کی نیت بد یہ ہے کہ ایک قوی رکن یعنی قرآن کریم کی اتباع کا بہانہ بنا کر اسلام کے بلند و بالا محل کو بنیادوں سے مسمار کر دیں۔ اگر سنت نبوی سے بے التفاتی کی جائے تو اسلام میں بحث و تمحیص کرکے جو شخص نئے استنباط کا خواہاں ہے وہ کس مصدر سے استدلال کر کے نئے حکم کا استنباط کرے گا۔

قیاس اور اجماع دونوں مصادر شریعت کے رکن ہیں جواب تک موجود ہیں۔ ان دونوں میں قرآن و سنت کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ جب آپ سنتِ مطہرہ کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھیں گے۔ حالانکہ سنت قرآنِ کریم کے مقاصد کی وضاحت کرتی ہے۔ اور اس کے اجمال کی تفصیل بیان کرتی ہے تو ایسی صورت میں ایک مجتہد کو جو اپنے پیش آمدہ مسائل اور مشکلات کو صرف قرآنِ کریم سے استنباط کرنا ہوگا۔ اور اس صورت میں اسے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کی طاقت ہرگز ہرگز نہیں ہوگی۔ مزید برآں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف اقوال سے راہنمائی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ ہمیں آپ کے اعمال اور اشارات سے بھی راہنمائی حاصل کرنا ہوگا۔ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو کام کیے گئے ہیں ان میں سے کن امور میں آپؐ نے خاموشی اختیار کی یا وہ کون سے امور ہیں جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے رضامندی کا اظہار فرمایا۔ شریعت اسلامی میں بحث و تمحیص کرنے والے کے لیے مذکورہ بالا تمام مصادر ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ صرف قرآنِ کریم پر عمل کرنے کا نعرہ اسلام کے خلاف ایک فریب اور دھوکہ ہے۔ بلکہ ایک نہایت گہری سازش ہے جس کا نصب العین اسلام کے بلند و بالا محل کی اینٹ سے اینٹ بجانا ہے جسے بظاہر اسلام کے لباس میں ملبوس کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے اسلام کے متعدد ارکان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

کتنے زمانے گزر چکے ہیں۔ ہر زمانہ میں علمائے کرام نے حدیث نبوی کا درس دیا۔ اس کی تشریح کی اور اس کے اغراض و مقاصد سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ نیز اس

کا درجۂ صحت بیان کیا۔ ہم ان علماء کے تہ دل سے ممنون ہیں۔ جنہوں نے اس میں نہایت جانفشانی اور عرق ریزی کی اور قارئین کے لیے رسائل مہیا کیے۔ یعنی کتابوں کی صورت میں ان کو جمع کر دیا۔ کیا یہ علماء جہالت اور نادانی کے باعث ایسا کرتے رہے کہ اپنے قیمتی اوقات اور کلی طاقت ایسے امور کے لیے صرف کر دیئے کہ جس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اور نہ ہی شریعت ان کی محتاج تھی۔

ہم اس وقت امام بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، عبدالرزاقؒ، ابن حنبلؒ، ابن قیمؒ اور سیوطیؒ وغیرہ علماء کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن کو مستشرقین کے علاوہ ہر زمانے اور ہر شہر کے علماء نے قدر و منزلت کے لحاظ سے اوج ثریا پر بٹھایا تھا۔

(ماخوذ از اخبار العالم الاسلامی عدد نمبر ۶۱۰)